مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً
جو کوئی مومن مرد یا عورت عمل کرے صالح پس البتہ زندگی دیں گے اس کو
حیات طیبہ
سوانح
مجدد طریقت
حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ
اقتباس از جلد اول
ازافادات
امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان
الشیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
ترتیب و تصنیف
ابوالاحمدین
ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ ضلع چکوال پاکستان

اقتباس

از

حیات طیبہ

جلد اول

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ
ضلع چکوال
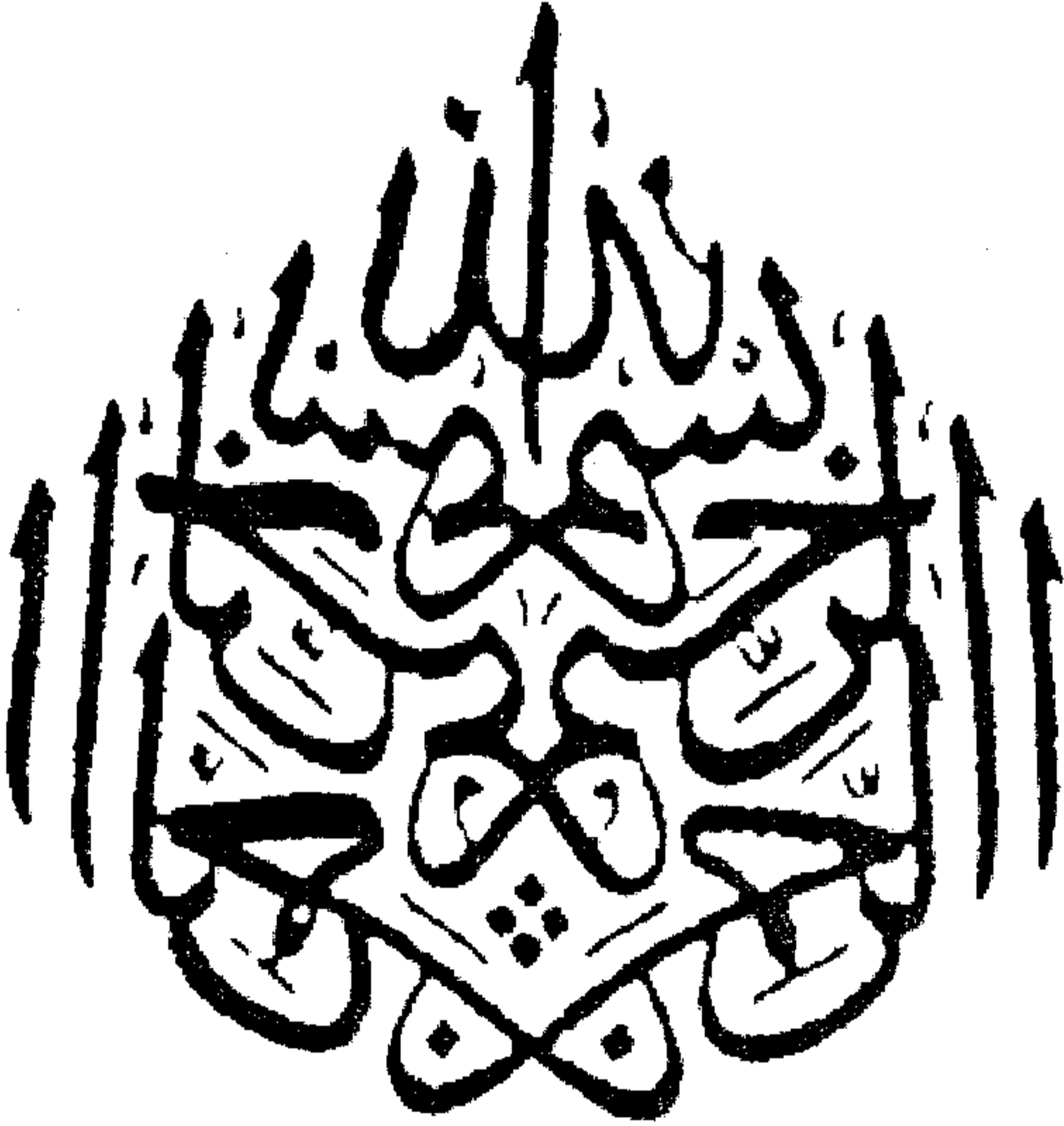
☆ ایک خاکہ

☆ مرورزمانہ پہ نگاہ

☆ اگلا دور

☆ مہرنبوت کے پرچم تلے

حصہ پنجم

اگلا دور

حضرت جیؒ

سے حضرت سید غوث نذیر علی شاہؒ کا

روحانی کلام

''ایہہ دور ہور آ گیا۔ ایہہ تہاڈے دور تائیں اے
تے ایدھے پچھے اک دور ہور آنا' اے وخرے
وخرے دور این۔ ایہہ دورای وخرے وخرے این'

یہ ایک اور دور آ گیا۔ یہ آپ کے دور تک ہے
اور اس کے پیچھے ایک اور دور آ رہا ہے۔ یہ الگ
الگ دور ہیں۔ یہ دور ہی الگ الگ ہیں۔

بروایت حضرت جیؒ
(ریکارڈ شدہ)

مہر نبوت علم بنا کر دنیا پر لہرائیں گے
دیکھنا یہ سیماب تم اک دن آخر ہم کر جائیں گے

امیر المکرّم

حضرت جیؒ کے الفاظ میں

ایک خاکہ

جس میں الاخوان کے عنوان سے
حضرت امیر المکرمؒ نے رنگ بھرا

''میں جتنی کوشش کر رہا ہوں رات دن یہ اس واسطے ہے' میری یہ عمر نہیں کہ باہر سفر میں دھکے کھا رہا ہوں' محض اس واسطے کر رہا ہوں کہ الحاد اور بے دینی جو کہ آقائے نامدار ﷺ کے لائے ہوئے دین کو تباہ کرنا چاہتی ہے' الحاد اور بے دینی اور سوشلسٹ (مراد سیکولر نظریات یا نظام کا ہر علمبردار)' ان کی روک تھام کیلئے ہمارے پاس جماعت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقبولان کی جماعت ایسی ہو جائے جو دنیا کہے' ہاں مسلمان ایسے ہوتے ہیں۔''

حضرت جیؒ سلسلہ عالیہ کے ساتھیوں کے بارے میں اکثر فخر سے کہا کرتے' یہ میرے شیر ہیں۔ زمانے نے ان الفاظ کی صداقت کو جب بھی آزمایا' ہمیشہ درست پایا۔ آپ کا ہر شاگرد خواہ وہ کہیں بھی تھا' اس کا تعلق کسی

بھی شعبہ سے تھا' وقت آنے پر باطل کے مقابلے میں تن تنہا ڈٹ گیا' اس نے کبھی کسی دنیوی مفاد یا وقتی تقاضوں سے سمجھوتہ نہیں کیا' اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمیشہ اس کے شامل حال رہی اور آزمانے والوں کو اعتراف کرنا پڑا کہ حضرت جیؒ کے شاگرد بِک نہیں سکتے' جھک نہیں سکتے اور وہ حقیقتاً حضرت جیؒ کے شیر ہیں۔

بزدلی حضرت جیؒ کو پسند تھی نہ اللہ تعالیٰ کے دین میں اس کے لئے کوئی گنجائش ہے۔ حضرت امیر المکرّم کے الفاظ میں' اللہ تعالیٰ کی شان کو یہ گوارا ہی نہیں کہ وہ میدان سے راہ فرار اختیار کرنے والے بزدلوں کے ساتھ بھاگ رہا ہو' بلکہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہو جائے' اس کا خوف اور بزدلی سے کیا واسطہ؟

حضرت جیؒ کی پوری زندگی میں ایک مجاہدانہ شان نظر آتی ہے۔ دوران ملازمت داروغہ جیل نے قیدیوں کے راشن میں خُرد بُرد کے لئے آپؒ پر دباؤ ڈالا تو سنتِ موسوی' فَوَكَزَهٗ مُوسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ (پس موسیٰ علیہ السلام نے اس کو مکہ مارا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ سورۃ القصص' آیت 15) کے مصداق جیل کی چابیوں کا وزنی گچھا اس کے سر پر دے مارا۔ ملازمت چھوٹی تو زندگی دین کے نام وقف کر دی۔ یہاں بھی لوگوں نے آپؒ کا علم دیکھا' حسنِ خطاب دیکھا تو کئی بار جلال کا مظاہرہ بھی دیکھنے میں آیا۔

مذاہب باطلہ کے رد میں آپؒ کی زندگی ہمہ وقت جدوجہد سے عبارت ہے۔ آپؒ کے مخالفین خوب جانتے تھے کہ آپؒ کے مقابل آنے کی صورت آداب وقیود کی سرحد پار کرنا تو کجا' اگر اس کے قریب بھی پھٹکے تو مار بھگائے جائیں گے۔ اس دور میں آپؒ پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا۔ اپنے علاقے

میں قادیانیوں سے ٹھن گئی تو نہ صرف دلائل کی زبان سے بلکہ طاقت کے بھرپور مظاہرے سے ان کی بیخ کنی فرمائی۔ تبلیغی دوروں پر نکلتے تو مسلح سفر کرتے۔ عمر کے آخری حصے میں جب دیکھا کہ پرانا ریوالور ذرا سخت ہو چکا ہے تو وہ راقم کو مرحمت فرماتے ہوئے دوسرا ریوالور حاصل کیا تاکہ 80 سال کی عمر میں بھی آسانی سے فائر کرسکیں۔

افغانستان پر روسی یلغار کا ذکر کرتے ہوئے آپؒ نے ساتھیوں کو ہدایت فرمائی کہ اگر ایسا ہی کوئی وقت تم پر بھی آجائے تو پہاڑوں میں نکل جاؤ اور کفر کا ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ یہ گوریلا طرز کی لڑائی کی طرف اشارہ تھا جو حضرت جیؒ کی عمر اور تصوف کے پس منظر کو دیکھتے ہوئے ایس ایس جی کے ایک کپتان کے لئے باعث حیرت تھا۔ وہ پہلی بار لنگر مخدوم کے اجتماع میں آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اپنے فن کی بات سن کر اس قدر متاثر ہوا کہ فوراً حلقہ بیعت میں شامل ہوگیا۔ بعد میں اس نے بتایا کہ اس کا سبب حضرت جیؒ کا وہ انداز فکر تھا جو رواجی تصوف کے کسی حاشیہ بردار کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ایک جرنیل کا ہی ہوسکتا تھا جس کی صف میں شامل ہونا ہر سپاہی کے لئے مقام فخر ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس مردِ حُر کی صف میں جو بھی شامل ہوا' اس کی سپاہیانہ زندگی میں ایک جرنیل کی شان دیکھنے میں آئی۔

ایک صاحب سے جہاد افغانستان سے متعلق ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے آمادگی طلب کی گئی تو وہ سیدھے حضرت جیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؒ نے نہ صرف جانے کی ہدایت فرمائی بلکہ زندگی بھر دعاگو اور ان کی طرف متوجہ رہے۔ ایک مؤرخ شاید یہ سمجھ نہ پائے کہ اس توجہ کی صورت کیا تھی لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ روس نے اس کے سر کی گراں قیمت مقرر

کی تھی، لیکن اس کے باوجود یہ شخص شیخ کی دعا کے حصار میں رہا۔ اس کا ذکر عالمی رسالے نیوز ویک (News week) میں آیا اور افغانستان میں روس کی شکست کے عالمی سطح پر نتائج کے اعتراف میں امریکہ نے اسے دیوار برلن کا ایک ٹکڑا بطور ٹرافی اس عبارت کے ساتھ پیش کیا:

BERLIN WALL
1989
WITH DEEPEST RESPECT TO
ONE WHO HELPED
DELIVER THE FIRST BLOW

حضرت جیؒ نے جس تصوف کی تعلیم دی وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا مضبوط تعلق قائم کرنے کا نام ہے جس کے بعد انسان وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (اور وہ کنکریاں جو آپ نے پھینکیں آپ نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکیں۔ سورۃ الانفال آیت 17) کی عملی تصویر بن جائے۔ حضرت جیؒ کے شاگرد اوّل قاضی ثناء اللہ کو جن کا تذکرہ خشت اوّل کے عنوان سے گذر چکا ہے، اکثر گوشہ نشینی کی علامت سمجھا گیا ہے لیکن جہاد افغانستان اور جہاد کشمیر کے متعلق ان کے اس قول کی توجیہ شاید ہر شخص کے لئے ممکن نہ ہو:

''میں کشمیر وتنا رینا' میں کابل وتنا رینا''

(میں کشمیر جاتا رہتا ہوں' میں کابل جاتا رہتا ہوں)

حضرت جیؒ نے یہ جذبۂ جہاد تو اس شخص میں پھونک دیا جو اکثر حالت جذب میں رہتا تھا لیکن عام ساتھیوں سے آپؒ کیا توقع رکھتے تھے' اس کا ایک اجمالی خاکہ آپؒ کے ریکارڈ شدہ الفاظ میں سلسلہ عالیہ کے لئے ایک

مستقل گائیڈ لائن کی صورت موجود ہے اور یہی اس باب کا عنوان بھی ہے۔

مملکت اسلامیہ پر جب لا دین سیاسی جماعتوں کے جلو میں الحاد اور فحاشی و بے حیائی نے لشکر کشی کی تو حضرت جیؒ نے دوٹوک الفاظ میں فرمایا کہ ہر ایسے سیکولر اور الحادی نظام کی روک تھام کے لئے ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کے مقبولان کی جماعت کی ضرورت ہے جسے دیکھ کر دنیا بے اختیار کہہ اٹھے کہ مسلمان ایسے ہوتے ہیں۔

حضرت جیؒ کے یہ الفاظ محدود تقاضوں اور کسی خاص دور کے لئے نہیں بلکہ سلسلہ عالیہ کے لئے ایک مستقل رہنما فرمان کا درجہ رکھتے ہیں جن کے تحت مقصد کا تعیّن فرما دیا گیا' ہدف کی نشاندہی کر دی گئی اور طریق حرب کی بھی وضاحت فرما دی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے مقبولان کی جس جماعت کا ذکر حضرت جیؒ نے فرمایا وہ آپؒ کے الفاظ میں 'ہمارے پاس' ہوگی۔ سلسلہ عالیہ سے باہر ہوگی نہ باہر سے آئے گی. یہ جماعت سلسلہ ہی میں ہوگی بلکہ وقت آنے پر سلسلہ عالیہ ہی یہ جماعت ہوگا۔ اب اس بات کا تعیّن شیخ سلسلہ کا منصب ہے کہ کن حالات میں اور کب سلسہ عالیہ کو اس جماعت کی صورت میدانِ عمل میں اتر کر الحاد' بے دینی اور نظامِ باطلہ کے سدِ باب کا فریضہ ایک تحریک کی صورت سرانجام دینا ہوگا. حضرت جیؒ نے جس پس منظر میں یہ ارشاد فرمایا وہ آپؒ کے الفاظ سے بخوبی عیاں ہے۔ یہ صرف ابتدا تھی جبکہ فی زمانہ آقائے نامدار ﷺ کے دین کو تباہ کرنے کے لئے لادینی قوّتیں بہت دُور تک پیش قدمی کر چکی ہیں۔ ان کی سرپرستی میں الحاد اور بے دینی کا طوفان تمام بند توڑ چکا ہے اور اب اس کے دھارے میں معاشرتی' مذہبی' اخلاقی' غرض تمام اقدار غرق ہوتی نظر آ رہی ہیں۔ یہ وہ انتہائی صورتِ حال ہے جس کے تحت

صوفیاء کی جماعت کا عصرِ حاضر کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونا وقت کی اہم ترین ضرورت تھی جو الاخوان کی صورت صوفیاء کی ایک مؤثر تحریک کے قیام کا مؤجب بنی۔ الاخوان اس وقت دنیا بھر میں ہر باطل نظام' سیکولرازم اور شیطانی قوّتوں کی نگاہ میں ایک کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔ تاریخِ تصوف بھی یہی ہے کہ جب تک باطل کے مقابلے میں اسلامی حکومتیں، علماء کا طبقہ اور عوام برسرِ پیکار رہے، اہل اللہ کی جماعت فرائض نبوّت میں سے تزکیۂ نفس کا فریضہ سرانجام دیتی رہی لیکن جب یہ تمام حصار ٹوٹ گئے تو اہل اللہ مدرسوں اور خانقاہوں سے نکل کر قوتِ باطلہ کے سامنے خود سینہ سپر ہو گئے۔ یہ آخری حصار ہوتا ہے جس کے بعد تباہی و بربادی کسی قوم کا مقدر بن جاتی ہے۔

وطنِ عزیز کے حالات جس تیزی سے بربادی کی طرف جا رہے تھے، اہل اللہ کا میدانِ عمل میں اترنا تاریخ تصوف کے ان ابواب کی بازگشت ہے جن میں ان کی راتیں ذکر و فکر اور نالۂ نیم شبی میں بسر ہوتیں لیکن ان کے دن گھوڑوں کی پشت پر میدان جہاد میں گزرتے۔

میدان عمل کی نشاندھی بھی حضرت جیؒ نے فرما دی جو اِس غلط فہمی کا ازالہ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبولان کی جماعت کا صرف یہی کام ہوتا ہے کہ اذکار و مراقبات کے بعد گڑگڑا کر اس سے دعائیں مانگتی رہے کہ کفر کی توپوں میں کیڑے پڑ جائیں اور اللہ خود ہی الحاد اور بے دینی کے اس طوفان کے سامنے کھڑا ہو جائے:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ

(تو آپ اور آپ کا رب جا کر ان سے لڑو، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ سورۃ مائدہ آیت 24)

یقیناً یہ منشائے باری تعالیٰ نہیں۔ حزب الشیطٰن کا سدِ باب اسی میدان میں کرنا ہوگا جہاں یہ مصروفِ کار ہے۔ یہ لادینی طاقتیں جس میدان میں قدم جما چکی ہیں' ہر ایسی جگہ سے انہیں اکھاڑ پھینکنا ہوگا۔ ظاہر ہے یہ کام مدرسوں اور خانقاہوں میں بیٹھ کر سرانجام دینا ممکن نہیں۔ حضرت جیؒ نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی تباہی کے درپے ہر گروہ کی روک تھام کو مقبولانِ الٰہی کی جماعت کا مقصد قرار دیا ہے اور اس ضمن میں علامتی طور پر فکری اور سیاسی' دو گروہوں کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن اس سے آپؒ کی مراد ہر سیکولر اور الحادی نظام یا ازم ہے جس کا سدباب میدانِ عمل میں اتر کر ہی ممکن ہوگا۔

حضرت جیؒ نے طریق کار کا بھی تعین فرما دیا' یعنی اپنی ذات پر اسلام کا ایسا مکمل نفاذ جو خود مؤثر ترین دعوت بن جائے۔ اپنے گھر' محلے' گاؤں' شہر' معاشرے اور ملک پر اسلام کا ایسا نفاذ' جسے دیکھتے ہوئے پورا عالم پکار اٹھے کہ مسلمان ایسے ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے شہر اس طرح مامون و محفوظ ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کا ملک ایسا ہوتا ہے اور یہی چیز کفر کی نگاہ میں سب سے زیادہ کھٹکتی ہے۔ اگر کسی ایک قوم کے شب و روز نظام اسلام کے مطابق ہوجائیں' زمین کے کسی ایک خطے کو اسلام کی سلامتی نصیب ہوجائے تو یہ ظلم و ستم کی ستائی ہوئی دنیا کیلئے عافیت کا نمونہ ہوگی جسے دنیائے کفر کسی صورت بھی برداشت نہیں کرسکتی۔

حضرت جیؒ کی سوچ ذاتی نہیں بلکہ آفاقی تھی۔ آپؒ کے ان الفاظ میں ''دنیا کیے'' سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ آپؒ نے انفرادی سطح پر اور صرف اپنی ذات کی حد تک نفاذ اسلام کی بات نہیں کی بلکہ آپؒ کا مقصد اس قدر

وسیع پیمانے پر اسلام کی عملی تصویر پیش کرنا تھا جو دنیا بھر کیلئے نفاذ اسلام کی دعوت بن جائے۔

حضرت جیؒ کا پیش کردہ یہ جامع خاکہ الاخوان کے منشور کے رہنما اصول متعین کرتا ہے جن کی روشنی میں حضرت امیر المکرّم نے جزئیات اور لائحہ عمل کا تعین فرمادیا۔ وہ ایک مکمل نظام کی بات کرتے ہیں' نظام عدل جس کا حصہ ہے' نظام معاشیات وسیاست جس میں شامل ہے' مقنّنہ وانتظامیہ کے اختیارات میں حد فاصل نظر آتی ہے' افواج اور پولیس کا کردار متعین کردیا گیا ہے اور ایک مکمل اور قابل عمل نظام کی بات کی ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کا قانون اور آقائے نامدار ﷺ کا دیا ہوا نظام ہی دنیا بھر کے انسانوں کیلئے واحد قابل عمل نظام ہے جو ان کی فلاح کی ضمانت دیتا ہے۔ آج یہی پیغام الاخوان کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر اسی کا نظام نافذ ہو۔ اس کی اولین مخاطب اگرچہ مملکت خداداد پاکستان ہے لیکن یہ عمومی دعوت ہے جو دنیا بھر کیلئے ہے:

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(آسمانوں اور زمین پر اللہ کی حکومت۔ سورۃ مائدہ آیت 17)

اس قانونِ الٰہیہ کے نفاذ کی عملی جدوجہد کیلئے حضرت جیؒ نے جو اجمالی خاکہ پیش کیا تھا' حضرت امیر المکرّم نے الاخوان کے عنوان سے اس کے خدوخال واضح فرمادیئے۔

مُرورِ زمانہ پہ نگاہ

دین کی ہمہ گیریت کا انکار دین کا انکار ہے۔ بظاہر یہ بات انتہائی سخت ہے' خاص طور پر ہر ایسے مکتبِ فکر کیلئے جس نے دین کو چند گوشوں اور خانوں میں بانٹ کر حقیقت گُریزی کا راستہ تو کھول دیا ہے لیکن اس سے شیطانی طاقتوں کو کھل کھیلنے کیلئے وسیع میدان مل گیا۔ دین کی ہمہ گیریت کا انکار اسی طرح دین کے انکار کے زمرے میں آتا ہے' جس طرح دین کے کسی بھی جزو کے انکار پر کُل کا حکم آتا ہے۔ حضرت جیؒ دین کے کسی بھی شعبے کو دین سے باہر یا کم اہم نہ سمجھتے تھے۔ ایمانیات' عبادات' اخلاقیات اور معاملات کے علاوہ قومی اور ملکی امور کو بھی عین دین قرار دیتے اور خود کو ان سے متعلق رکھتے۔

آپؒ ملکی سطح پر ایک جید عالم اور عظیم صوفی کے ساتھ ساتھ ایک عوامی رہنما کی حیثیت سے بھی پہچانے جاتے تھے۔ لوگ اپنے ذاتی معاملات میں رہنمائی کے خواستگار ہوتے اور ان کے باہمی تنازعات میں آپؒ کا فیصلہ قول فیصل کا درجہ رکھتا تھا۔ پورے علاقے میں کہیں بھی کوئی جھگڑا کھڑا ہو جاتا' اسے حضرت جیؒ کے سامنے پیش کیا جاتا۔ آپؒ خود وہاں تشریف لے جاتے اور شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں فریقین کی باہمی رضامندی سے تنازعہ

حل فرماتے۔ اس طرح فساد کی صورت ٹل جاتی۔ نکاح' طلاق اور اغوا کے معاملات دیہاتی زندگی میں اکثر قتل مقاتلوں کا باعث ہوتے ہیں۔ ان کے حل کیلئے جرگوں اور عدالتوں کا رُخ کرنے کی بجائے لوگ حضرت جیؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپؒ کے فیصلوں کو عدالتی فیصلوں پر فوقیت دی جاتی۔

حضرت جیؒ کی اس عوامی حیثیت کے پیش نظر مختلف سیاسی اور دینی جماعتوں نے آپؒ سے رابطہ کیا۔ دنیوی مفادات' جماعتی عہدوں اور مالی معاونت کی بھی پیشکش ہوئی لیکن ان جماعتوں کے حالات و معاملات دیکھتے ہوئے آپؒ ان سب سے دُور رہے۔ حضرت سلطان العارفینؒ کے سامنے ان جماعتوں کا معاملہ پیش کیا تو انہوں نے فرمایا:

''یہ جماعتیں نہیں' تجارت کی کمپنیاں ہیں۔ یہ تاجر ہیں۔ یہ دین فروش ہیں۔ مسجد اُن کی منڈی ہے۔ ممبر و محراب ان کی دکانیں ہیں۔ یہ دین فروش ہیں۔ یہ اپنے مفاد کے لیے دین کو چھوڑ دیتے ہیں۔ کسی سیاسی جماعت میں نہیں جانا۔''

اس کے بعد حضرت جیؒ عمر بھر تمام سیاسی جماعتوں بشمول دینی سیاسی جماعتوں سے متنفر رہے۔ سیاسی جماعتوں اور ان کی سرگرمیوں سے تنفر کے باوجود آپؒ حالات حاضرہ پر کھل کر تبصرہ فرمایا کرتے۔ اہل اللہ کے ہاں ان امور سے تعلق کی ایک صورت تکوینی نظام میں ان کا مقام و منصب بھی ہوا کرتا ہے لیکن اپنے اس تعلق سے قطع نظر حضرت جیؒ نے اہم قومی امور میں عملاً بھی حصہ لیا۔

آپؒ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفٰے سے وابستہ رہے اور مفتی محمودؒ

سے آپؒ کا ذاتی تعلق تھا۔ اس زمانے کی تقاریر میں آپؒ نے کھل کر حکومت وقت کی مخالفت کی اور انداز معذرت خواہانہ نہیں' بلکہ جارحانہ ہوا کرتا تھا۔ آپؒ کی تقاریر میں احتجاج کا رنگ نہیں بلکہ شدید گرفت کی صورت ہوتی' صرف ظلم کی تصویر کشی نہ فرماتے بلکہ ظالم کو اس کے انجام سے باخبر کرتے اور کبھی اپنے تکوینی مقام ومنصب کی رو سے ظالم کیلئے سزا کا پروانہ بھی صادر فرماتے۔ آپؒ کے ایسے فرامین کو آنے والے وقت نے وقوع پذیر ہوتے ہوئے بھی دیکھا۔

مارچ ۱۹۷۷ء میں حرمین شریفین سے واپسی پر جمعۃ المبارک کا خطاب فرمایا تو دربار عالی ﷺ میں طے پانے والے امور آپؒ کی زبان سے افشاء ہونے لگے:

''پاکستان کے اوپر سخت ابتلاء آچکا' امتحان آچکا اور سخت 'بلا' آدمی مسلط ہوچکا' پہلے یوں معلوم ہوتا تھا کہ ۱۹۶۵ء میں جو جنگ ہوئی ہندو اور مسلمان کی' اب اس طرح سے خود مسلمانوں کے درمیان جنگ ہوگی۔ یہ آپ لوگوں کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے کچھ اسے ٹال دیا ہے' وہ عذاب اتنا ہٹ گیا ہے تخفیف ہوگئی ہے۔ ہر نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرو۔ اللہ ملک کو اور مسلمانوں کو اس فتنے سے محفوظ فرما' تو مہربانی کر اس ابتلاء میں اللہ! اس امتحان کے قابل نہیں' ہم کمزور ہیں۔''

اس کے بعد حضرت جیؒ پر جلال کی کیفیت طاری ہوگئی' اور آپؒ نے فرمایا:

''اور ایہہ وی یاد رکھ لو' بھٹو رہندا کوئی نئیں' ایہہ رہ سی کوئی نئیں' ایہہ مامله ای ایہہ کچھ اے' اکھے مویا' جگ اجاڑ کے مویا۔ رہ سی کوئی نئیں۔

(اور یہ بات بھی یاد رکھو بھٹو نہیں رہے گا' یہ نہیں رہے گا' یہ اتنا سا معاملہ ہے کہ مرے گا لیکن جگ اجاڑ کر' رہے گا نہیں)

ویسے بھی جو دھاندلی سے منتخب ہوئے ہیں یہ بھی اپنا سوچ لیں' ان کا بھی جو حشر ہوگا یہ بھی دیکھ لیں۔ رہیں گے یہ بھی نہیں۔ اگر کسی کے دل میں یہ خیال ہو' یہ دھاندلی کوئی نہیں رہے گی۔

ہمیں اس وقت اس بات کی ضرورت ہے' اللہ ہمارے ملک کو اور مسلمانوں کو اس شر سے بچا۔ شر حد سے بڑھ چکا ہے۔ ان سے جو خطرہ ہے اس سے اللہ ہی پناہ! اس لیے سارے مسلمانوں کے لیے یہ فرض ہے' آپ سے اپیل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کریں کہ مسلمانوں کو آپس میں نہ لڑادے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ خانہ جنگی شروع ہو جائے' فساد ہو جائے اور اللہ تعالیٰ ہماری فوج کو بھی' پولیس کو بھی اور ہمارے مسلمانوں کو بھی اس فتنہ اور فساد سے بچائے۔''

حضرت جیؒ نے مارچ ۱۹۷۷ء میں اس وقت بھٹو کے انجام سے دنیا کو آگاہ کیا جب اس کی طاقت کا نقارہ بج رہا تھا اور اسے اپنی کرسی کے مضبوط

ہونے کا بڑا زعم تھا۔ آپؒ کے علاقے کی سیاسی شخصیت تاج محمد کنڈی نے جو بعد میں پیپلز پارٹی کی سیٹ پر ایم پی اے بنا' کئی بار حضرت جیؒ سے ذاتی طور پر درخواست کی کہ آپؒ اس کی پارٹی کے خلاف اس قدر جارحانہ تقاریر نہ کریں لیکن آپؒ نے اس کی پرواہ نہ کی۔ وہ شخص آپؒ کے خلاف اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آیا' تکالیف پہنچائیں' حتیٰ کہ آپؒ کے حقیقی بھائی اور برادری کو آپؒ کے خلاف اکسایا لیکن آپؒ کو حق بیان کرنے سے نہ روک سکا۔ اس نے حضرت جیؒ کو پہلے سے دھمکی دے رکھی تھی کہ ایم پی اے بننے کے بعد تنگ کروں گا۔ آپؒ نے اس وقت فرما دیا تھا کہ نہیں بنے گا۔ جب وہ بن گیا تو حضرت جیؒ کے دوست نمبردار خان زمان نے کہا' وہ تو بن گیا۔ آپؒ نے بہت اعتماد سے جواب دیا ''تم تو تاج کی بات کرتے ہو' بھٹو بھی زیادہ دیر نہیں رہے گا۔''

اوائل 1977ء کے حالات وقرائن اور بھٹو کے بارے میں حضرت جیؒ کے فرمودات کے مابین بظاہر تطبیق نظر نہ آتی تھی۔ طاقت کی زبان وقت کی آواز بن چکی تھی۔ فوج کے تعاون سے طاقت کا نشہ مزید دوآتشہ ہو چکا تھا اور عام شہری کے لئے یہ حالات انتہائی پریشان کن تھے۔ اس صورتحال میں ایک فوجی افسر' کرنل ہدایت اللہ نیازی نے آپؒ سے سوال کیا:

''حضرت' حالات بہت خراب ہو رہے ہیں' اب کیا ہو گا؟''

حضرت جیؒ اس وقت توکل منزل آفس میں' جو حضرت امیر المکرم کی مائننگ کمپنی کا دفتر تھا اور جہاں اب دارالعرفان کا وسیع کمپلیکس ہے' چارپائی پر تشریف فرما تھے اور احباب سامنے چٹائیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس محفل میں سعودی عرب میں سلسلہ عالیہ کے امیر صوفی محمد افضل خان بھی موجود تھے جو

انتہائی تیز صاحب بصیرت اور مشاہدات میں حضرت جیؒ کے خاص تربیت یافتہ تھے۔ آپؒ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''محمد افضل' خیال کریں۔''

حضرت جیؒ کے اس ارشاد سے مراد محض لغوی اعتبار سے ''خیال کرنا'' نہیں بلکہ تصوف کی اصطلاح میں ارتکاز توجہ تھا جس میں صاحب کشف کو حضرت جیؒ کی توجہ بھی ملتی۔

صوفی محمد افضل خان نے قلب پر توجہ کی اور عرض کیا:

''حضرت! میں دیکھ رہا ہوں کہ وردیوں والے لوگ آرہے ہیں اور انہوں نے اقتدار سنبھال لیا ہے بغیر کسی خون خرابے کے.....''

اس کے بعد افضل خان صاحب نے مستقبل کی اس طرح تصویر کشی کی گویا اللہ تعالیٰ نے نوشتۂ تقدیر بصورت تصویر منکشف فرما دیا ہو۔ اسی رو میں برزخ کے حالات بھی کھلنے لگے جن کے یہ صفحات متحمل نہیں ہو سکتے۔ ساتھیوں پر سکتہ کا عالم طاری تھا۔ صوفی صاحب خاموش ہوئے تو حضرت جیؒ نے بھی دیر تک سکوت فرمایا اور کسی ساتھی کو مزید کچھ پوچھنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ کافی وقت گزرنے کے بعد حضرت جیؒ نے فرمایا:

''صوفی جی' توجہ کریں اور حضرت داتا گنج بخشؒ سے پوچھیں کیا معاملہ ہے (وجۂ تاخیر کیا ہے)۔''

افضل خان صاحب نے عرض کیا:

''بھٹو کے لئے پھانسی کا فیصلہ تو ہو چکا۔ تاخیر کی وجہ معلوم نہیں۔''

حضرت جیؒ آہستہ سے بولے:

''ملک کا کیا بنے گا؟''

صوفی صاحب نے عرض کیا:

''آنے والا شخص اسلامی نظام کی بنیاد تو رکھ دے گا لیکن نافذ نہ کر پائے گا۔ میں اس کے بعد ایک اور وردی والے کو دیکھ رہا ہوں جو اسلام نافذ کرے گا۔''

کب؟ یہ وہ سوال ہے جو ہمیشہ اہل برزخ سے کلام کی صورت سامنے آتا ہے۔ برزخ میں شب و روز ہیں نہ وقت کے تعین کا کوئی پیمانہ ہے۔ اہل برزخ کسی امر کے متعلق جلد واقع ہونے کی بشارت دیتے ہیں لیکن دنیا والوں کے ہاں ایک زمانہ بیت جاتا ہے۔ حضرت جیؒ ایسے کلام کے دوران اکثر فرمایا کرتے' حضرت! جسے آپ جلدی کہتے ہیں' ہمیں خبر نہیں کتنا انتظار کرنا پڑے گا۔

نفاذ اسلام کا وہ مژدہ جو اہل برزخ سے ملا' اس کے لئے ابھی کتنا وقت باقی ہے؟ اس کا تعین ممکن ہوگا نہ انتظار کی اجازت ہے۔ کُلُّ اَمْرٍ مَرْھُوْنٌ بِاَوْقَاتِہٖ (ہر چیز کے لئے وقت معین ہے) لیکن فکر کا مقام یہ ہے کہ نفاذ اسلام کی جدوجہد میں کس شخص نے کیا کردار ادا کیا۔

توکل منرل کمپنی کے آفس میں جب یہ گفتگو ہو رہی تھی' اس وقت کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ چند سالوں بعد بھٹو کو پھانسی کے پھندے پر جھولنا پڑے گا لیکن یہ ہو کر رہا۔ نہ صرف ایک عام پاکستانی بلکہ عالمی توقعات کے برعکس ایسا ہو کر رہا۔ صدر ضیاء الحق کو ایک طویل دور اقتدار ملا۔ مکمل اختیار کے باوجود نفاذ اسلام کی سمت ان کی پیش رفت سست روی کی بدولت مؤثر

نتائج حاصل نہ کر سکی تھی کہ مہلت عمل ختم ہو گئی۔ اس دوران کئی مرتبہ ان کا اقتدار ڈانواڈول بھی ہوا لیکن ہر بار مزید مہلت ملنے پر ایسا نظر آتا کہ پھر سے نئی قوت عطا ہو گئی ہے۔ حضرت جیؒ کی نجی گفتگو میں بارہا مزید مہلت دئے جانے کا بھی تذکرہ آیا۔ آپؒ فرمایا کرتے' کچھ بھی ہے یہ شخص اورنگزیب عالمگیرؒ کے بعد پہلا شب بیدار حکمران ہے۔

حضرت جیؒ کے ارشادات کی تعبیر اس وقت تاریخ پاکستان کا حصہ بن چکی ہے۔ جہاں تک احوال برزخ کا معاملہ ہے جن کا ذکر اکثر حضرت جیؒ کی نجی محافل میں آیا' تو ظاہری حالات کی طرح ان کا ادراک ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں' ہاں جسے اللہ تعالیٰ چشم بصیرت عطا فرما دے۔ چکڑالہ میں حضرت جیؒ کے ہاں غالباً دسمبر 1983ء یا جنوری 1984ء کی ماہانہ حاضری کے موقع پر آپؒ نے بھٹو کے احوال برزخ کی طرف توجہ دلائی تو وہی نقشہ سامنے آیا جو صوفی محمد افضل خان نے حضرت جیؒ کی توجہ سے 1977ء میں بیان کیا تھا۔ ملک کی فضاء الحاد کے لائے ہوئے ڈسکوسموک سے ابھی تک مسموم ہے جو حضرت جیؒ ہی کے الفاظ ''جگ اجاڑ کے مویا'' کی تعبیر ہے۔

اہل اللہ کے الفاظ میں وہ اعتماد اور قوت ہوتی ہے کہ انہیں صرف وہی بدقسمت نظر انداز کر سکتے ہیں جن کی بصارت اور سماعت مہر زدہ ہو۔ ان کا فرمان ظاہری معاملات سے کہیں زیادہ ان باطنی احوال سے تعلق رکھتا ہے جن سے انہیں آگاہ فرما دیا جاتا ہے۔ ان فیصلوں کا تعلق اس نظام سے بھی ہوتا ہے جس کا یہ خود اپنے مناصب کے اعتبار سے ایک حصہ ہوتے ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہوتا ہے کہ وہ فیصلے سناتے نہیں بلکہ ان فیصلوں کے پیچھے ان کا اپنا بھی ایک کردار ہوتا ہے۔

حضرت جیؒ کے حوالے سے بھٹو کے متعلق بات چل نکلی تو مناسب ہو گا اس کی تکمیل بھی ہو جائے اگرچہ یہاں اس باطنی نظام کا بھی ذکر آ جائے گا جو تکوینی امور سے متعلق ہے۔ یہ ایک الگ دنیا ہے جس میں مختلف امور الگ الگ مناصب سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس وقت لاہور ہائی کورٹ میں بھٹو پر مقدمہ چل رہا تھا' یہ مسئلہ عالم اسلام پر اپنے دور رس اثرات کے لحاظ سے حضرت امیر المکرّم کے باطنی منصب سے متعلق تھا۔ وہ ان دنوں حضرت جیؒ کے ہمراہ صوبہ سرحد کے دورہ پر تھے۔ مردان میں کرنل مطلوب (ناظم اعلیٰ) کے ہاں قیام کے دوران سحری کے معمول میں چشم باطن سے مشاہدہ کیا کہ یہ معاملہ دربار نبوی ﷺ میں پیش ہے جہاں مختلف عہد کے غوث موجود تھے۔ غوث ایک ایسا منصب ہے جو امور تکوینی میں برزخ میں بھی مؤثر رہتا ہے' معزول نہیں ہوتا۔ اس معاملہ میں یہ حضرات اپنے اسی منصب کے تحت سفارش کر رہے تھے کہ اس شخص نے بہت گستاخی کی ہے لیکن اس سے اقتدار چھن گیا ہے' آئندہ کیلئے اسے اقتدار سے محروم کر دیا جائے۔ اس کا باقی محاسبہ آخرت میں ہوتا رہے گا۔ اس کے بعد حضرت امیر المکرّم کے الفاظ میں:

> ''تو اب یہ اللہ کی مرضی' وہاں کوئی دم نہیں مار سکتا لیکن مجھے یہ اعزاز حاصل ہے' الحمد للہ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنظر استفسار میری طرف توجہ فرمائی۔ مجھے حوصلہ ہوا تو میں نے عرض کیا' یہ حضرات درست فرما رہے ہیں لیکن یہ حضرات برزخ میں تشریف فرما ہیں۔ دنیا میں جو بیت رہی ہے وہ ہم جھیل رہے ہیں' دنیا کے بارے میں بات کرنے کا زیادہ حق ہمیں ہے۔ یہ جس بندے سے درگزر کر رہے

ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! یہ بندہ نہیں ہے' یہ اس دور کی روش
بن گیا ہے اور بھٹو ازم ایک نیا فرقہ بن گیا ہے۔ اگر یہ
اقتدار سے باہر بھی رہا' سلامت رہا تو باطل فرقے کو
ترقی ہوتی رہے گی' ہمارے لیے مصیبتیں بڑھتی رہیں گی۔
میری درخواست یہ ہے کہ اسے عام مجرموں کی طرح ہاتھ
پاؤں باندھ کر' چوہڑا' پھانسی لگائے۔ اس کی جو سحر انگیز
شخصیت لوگوں کے وہم میں بن چکی ہے اس کا سحر ٹوٹ
جائے اور لوگ یہ سمجھیں کہ وہ بھی ایک آدمی تھا''۔

صبح کی نماز کے بعد حضرت امیر المکرّم نے کرنل مطلوب کی موجودگی میں یہ سارا مشاہدہ حضرت جیؒ کی خدمت میں بیان کیا تو آپؒ نے یہ سن کر فرمایا' اگر کبھی پھر کوئی پوچھے تم اس فیصلے سے نہ بدلنا' یہ بڑی صحیح بات ہے۔

حضرت جیؒ کی یہ تائید حضرت امیر المکرّم کے لیے انتہائی تشفی کا باعث تھی لیکن اس کے بعد پھر کبھی یہ مسئلہ سامنے آیا نہ ان سے دوبارہ پوچھا گیا۔ البتہ ہوا وہی جو عرض کیا گیا تھا۔ دو ڈھائی سال بعد اسی طریقے سے' اسی جلاد نے جو عام اخلاقی قیدیوں کو سولی پر لٹکاتا ہے' عدالتی سزا پر عمل درآمد کیا۔ لیکن کیا یہ صرف عدالتی سزا تھی!

انہی دنوں حضرت جیؒ کی معیت میں منگلا سے پنڈی آنے کی سعادت نصیب ہوئی تو حضرت جیؒ کی عقبی گاڑی میں راقم کے ساتھ مفتی غلام صمدانی سفر کر رہے تھے۔ یہ قافلہ جہلم روڈ پر جب پرانے آرمی ہاؤس کے قریب پل سے گزرا تو خیال سنٹرل جیل کی طرف چلا گیا جہاں اس وقت سابقہ وزیر اعظم کال کوٹھڑی میں بند تھا۔ ایک صاحب نے سوال کیا' حضرت

یہ بھٹو کا کیا ہو رہا ہے۔ مفتی صاحب کچھ دیر توقف کے بعد گویا ہوئے:

''حضرت بوعلی قلندرؒ سے رابطہ ہوا۔ ایک عجیب منظر دکھایا گیا۔ بھٹو کی گردن لمبی ہو چکی ہے اور کچھ آدمی اسے اٹھا کر باہر لا رہے ہیں۔ کیا پھانسی کے بعد گردن لمبی ہو جاتی ہے؟''

حضرت جیؒ ملکی حالات و واقعات کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کے بارے میں بھی متفکر رہتے اور اکثر دین کے حوالے سے ان ممالک کا ذکر فرماتے۔ آپؒ نے افغانستان پر روسی حملے کو اللہ تعالیٰ کا عذاب قرار دیا جس کا باعث آپؒ کے نزدیک وہاں کا الحاد تھا۔ 1974ء میں افغانستان کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے آپؒ نے ارشاد فرمایا:

''الحاد حد سے گزر گیا۔ یہی علاقے رہ گئے ہیں یا فرنٹیئر ہے۔ کابل کے متعلق سال پہلے خیال کیا تو پتہ چلا کہ اس پر عذاب آ رہا ہے۔''

''سخت عذاب آ چکا ہے کابل کے اوپر۔ وجہ' خدا کا سخت نافرمان یہ بادشاہ ثابت ہوا۔ اس وقت منارہ میں تھا جب ظاہر شاہ کی جگہ داؤد نے قبضہ کیا اور تباہی مچی۔ میں نے سلیمان کو بلایا اور پوچھا' کیا پچھلے سال والی بات یاد ہے' تو اس نے جواب دیا' ہاں یاد ہے۔ میں نے کہا وہی ہو گزرا' (پہلے) سمجھا تھا شاید غلطی لگی ہو۔

کابل میں ہمارے ساتھی ہیں۔ خط و کتابت ہوتی رہتی ہے۔ ڈاک نہیں بھیج سکتے' بسوں کے ذریعہ خط بھیجتے ہیں۔ وہ حالات لکھتے ہیں کہ دینی معاملات بہت خراب ہیں۔

دین کی کوئی عزت نہیں رہ گئی۔ عرب سے دین نکل چکا' ختم۔ پورا عرب دیکھ لو۔ ترکی کی حالت دیکھ لو۔۔''

جون 1976ء میں حضرت جیؒ نے صوبہ سرحد کا دورہ فرمایا تو قبائلی علماء اور عمائدین نے آپؒ کو لنڈی کوتل میں مدعو کیا۔ افغانستان کے خراب حالات کے پیش نظر بغرض دعا احباب آپؒ کو طورخم بھی لے گئے۔ حضرت جیؒ نے طورخم پوسٹ سے شمال کی جانب سرحد کا دو تین سو گز تک معائنہ کیا۔ سرحد کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے بار بار آپؒ کی نگاہ افغانستان کی طرف اٹھ جاتی جہاں افغان مسلم سخت ابتلاء کے عالم سے گزر رہے تھے۔ پورے ملک پر توجہ فرماتے ہوئے مسلسل اللہ تعالیٰ کی نصرت کے لئے دعا گو رہے۔

ایک ساتھی نے حضرت جیؒ کے سامنے پاکستان کے بارے میں اظہار تشویش کیا تو آپؒ نے فرمایا:

''میں دیکھ رہا ہوں کہ پاکستان اور افغانستان کے درمیان ایک بہت بڑی دیوار ہے۔ روس کے جہاز اور ٹینک اسے ٹکر لگاتے ہیں مگر وہ دوگنا ہو جاتی ہے۔ روس پاکستان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔''

حضرت جیؒ نے پاکستان کے لئے حفاظت الٰہیہ ہی کی بات نہیں کی تھی بلکہ روس کے حصے بخرے ہونے کی بھی اس وقت خبر دی جب امریکہ ابھی تک روس کو ایک سپر پاور تسلیم کرتا تھا۔

چکڑالہ میں حضرت جیؒ کی خدمت میں چند فوجی افسر حاضر ہوئے تو انہوں نے افغانستان کے حالات کا ذکر چھیڑ دیا۔ یہ وہ دور ہے جب افغانستان میں روسی افواج کے مظالم نے چنگیز اور ہلاکو کی داستان ہلاکت کو

مات کر دیا تھا۔ مجاہدین کی قوت منتشر تھی اور امریکہ ابھی تک یہ فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ وہ روس کے خلاف در پردہ کس حد تک خود کو ملوث کرے۔ اس مایوس کن صورت حال میں حضرت جیؒ نے عالم جلال میں فرمایا کہ روس ہرگز یہ جنگ نہ جیت سکے گا۔ وہ خود شکست و ریخت کا شکار ہو جائے گا اور اپنی بقا کے لئے بیرونی سہاروں کا محتاج ہو گا۔ آپؒ کے الفاظ تھے:

''روس ٹٹ جاسی تے گدا کر کے کھاسی۔''

(روس ٹوٹ جائے گا اور بھکاری بن کر رہے گا)

کیا اس وقت حضرت جیؒ کے الفاظ پر عام دنیا یقین کرنے کے لئے تیار تھی؟ یقین بھی کیسے کرتی جب بساط مشرق و مغرب میں روس کی حیثیت صرف شاہ کی نہیں بلکہ شاہ ساز کی تھی۔ حضرت جیؒ نے فرمایا کہ یہ الفاظ ریکارڈ بھی کر لئے جائیں' ان کے لئے جو اس وقت یہ ماننے کو تیار نہ تھے لیکن آپؒ کا یہ فرمودہ حرف بحرف پورا ہوا۔

آج حضرت امیر المکرمّ م بھی وہی بات دہرا رہے ہیں جو ان کے شیخ حضرت جیؒ نے روس کے متعلق فرمائی تھی لیکن اس مرتبہ دنیا کی واحد سپر پاور امریکہ کی باری ہے۔ کہنے والے اس وقت بھی اس چیز سے بے نیاز تھے کہ اسے مانے گا کون اور آج بھی صورت حال پہلے کی سی ہے۔ ظاہری آنکھ سے دیکھنے والے اسے اب بھی ماننے کیلئے تیار نہ ہوں گے لیکن یہ ہو کر رہے گا' جس طرح روس کے ساتھ اس سے قبل ہو چکا۔

پہلے بھی وقت کے شیخ کی بات تھی اور آج بھی وقت کے شیخ کا اعلان ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ دور الگ الگ ہیں لیکن جس سند کے ساتھ روس کے بارے میں یہ کہا گیا تھا' آج اسی سند کے ساتھ امریکہ کے بارے میں یہ

نوشتہ سنایا جارہا ہے۔

جہاں تک پاکستان کا معاملہ ہے' حضرت جیؒ نے گرم پانیوں تک پہنچنے سے متعلق روس کی ہرزہ سرائی سے جنم لینے والی ہر تشویش کا راستہ یہ کہہ کر بند کر دیا تھا کہ وہ پاکستان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ گرم پانیوں تک پہنچنا تو کجا' پاکستان کی سرحد سے بہت دور' دریائے آمو کے اُس پار روس مسلسل سکڑتا جارہا ہے۔

پاکستان کے متعلق حضرت جیؒ نے نفاذ اسلام کی بھی خبر دی تھی۔ اسی طرح حضرت امیر المکرم بھی یہ اطلاع دے چکے ہیں کہ دربار نبویﷺ سے اس سرزمین پر نفاذ اسلام کا فیصلہ فرمایا جاچکا ہے۔ اب کون ایسا بدنصیب ہوگا جو بدستور تذبذب کا شکار رہے اور نفاذ اسلام کی جدوجہد میں کوئی کردار ادا نہ کر پائے۔

یہ واقعات تاریخ تصوف کا حصہ ہیں۔ صفحۂ قرطاس پر اس لیے منتقل کر دیئے گئے کہ دنیوی امور ظاہرہ سے بطور امور تکوینی مقام و منصب کے لحاظ سے اہل اللہ کا معاملہ کھل کر سامنے آجائے۔

اگلا دور

بجز صحبت شیخ سلوک طے کرنا تو درکنار' اس راستے پر قدم رکھنا بھی ممکن نہیں۔ کوئی شخص عمر نوحؑ بھی کھپا دے' وہ احدیت طے نہیں کر سکتا جو ولایت خاصہ کی پہلی منزل ہے۔ حضرت جیؒ کی صحبت جسے بھی نصیب ہوئی' اس کے تمام لطائف بیک نگاہ روشن ہوئے اور نہ صرف احدیت بلکہ روح کو مراقبات ثلاثہ تک رسائی نصیب ہوئی۔

جو لوگ ان کمالاتِ صحبت کا شعور رکھتے تھے' وہ اسی ٹوہ میں رہتے کہ کب انہیں حضرت جیؒ کی صحبت میں حاضری کا موقعہ ملے۔ بعض اوقات آپؒ پہروں مطالعہ میں مصروف رہتے لیکن احباب قلب پر توجہ کئے' سر جھکائے' ارد گرد سے بے خبر' اپنی اپنی منازل کے مطابق اسباقِ سلوک طے کرنے میں مگن رہتے۔ انفرادی ترقی اپنی جگہ' لیکن اس کا یہ نقصان بھی ہوا کہ حضرت جیؒ جب کبھی گفتگو فرماتے' احباب بدستور اپنے اپنے اسباق پر متوجہ رہتے اور اس طرح آپؒ کے کئی ایسے فرامین محفوظ نہ کئے جا سکے جو نہ صرف تصوف کے سربستہ راز تھے بلکہ ان کا تعلق آنے والے ادوار سے بھی تھا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت جیؒ کی گفتگو کا بہت کم حصہ ریکارڈ شدہ ملتا ہے اور اس کے متعلق بھی عجیب بات یہ ہے کہ ان ارشادات کے اصل مفاہیم آج

بھی مزید غور وفکر کے متقاضی ہیں۔ جس طرح سورۃ النصر کا نزول صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے بظاہر فتح کی خوش خبری تھی لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سورۃ کے نزول کے بعد غمگین ہو گئے تھے کہ کارِ منصبی کی تکمیل کے بعد یہ آقائے نامدار ﷺ کی روانگی کی اطلاع بھی ہے' اسی طرح اب یہ سمجھ آتی ہے کہ ہم حضرت جیؒ کی صحبت میں الفاظ کے ظاہری پیرہن یا اپنے اپنے اسباق میں کھوئے رہے لیکن حضرت جیؒ کے فرامین کے اصل مفاہیم وقت کے تقاضوں کے روشنی میں آج واضح ہو رہے ہیں۔

اس ضمن میں یہ رائے بہت وزنی معلوم ہوتی ہے کہ آنے والے وقت میں جب ایسے لوگ نہیں ہوں گے جنہیں حضرت جیؒ کی صحبت میسر آئی تھی' تو لوگوں کے سامنے صرف آپؒ کے اقوال ہوں گے' وہ ان پر غور کریں گے اور ہر قول الگ سے حکمت کا خزانہ نظر آئے گا۔ ہم یہی کر گزریں کہ حضرت جیؒ کے ارشادات آپؒ کے ایک ایک شاگرد سے حاصل کر کے آنے والی نسلوں کے سپرد کر جائیں تو یہ ان کی خدمت ہوگی۔ حضرت جیؒ کی تعلیمات پر مشتمل 'حیات طیبہ جلد دوم' اسی سمت ایک پیش رفت ہوگی' انشاء اللہ!

حضرت جیؒ سے مروی حضرت غوث سید نذیر علی شاہؒ کا ایک قول اس مجموعہ ابواب کے آغاز میں نقل کیا گیا ہے جو معنویت کے اعتبار سے حصہ پنجم کا عنوان بھی ہے۔ یہ قول مختلف احباب تک ضرور پہنچا ہوگا لیکن کیا اس کے حقیقی مفہوم کا تعین کیا جا سکا؟

اس قول کو حضرت جیؒ کی ریکارڈ شدہ آواز میں بار بار سنا' اس پر غور کیا اور ہر بار یہ حقیقت مزید کھلتی چلی گئی کہ نہ صرف تاریخِ تصوف بلکہ مستقبل میں ادوار کی تبدیلی کی نشاندہی فرمائی جا رہی ہے' بہت صراحت کے

ساتھ جس میں تکرار اور تاکید' دونوں کا امتزاج نظر آتا ہے۔ حضرت جیؒ کے لہجہ میں ایک خاص تبدیلی بھی نمایاں طور پر محسوس کی جا سکتی ہے۔

پس منظر یہ تھا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق ایک سوال ہوا تو اس کے جواب میں آپؒ نے فرمایا:

> ''پیر صاحب بہت اونچی ہستی ہیں' بہت بلند' یہ (حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ) سلطان الہند ہیں اور وہ (حضرت غوث اعظمؒ) اُس ملک کے سلطان' لیکن ان سے ایک آدمی مجھے اونچا معلوم ہوا ہے عراق میں' شافعی مذہب سے' بہت بڑا فاضل ہے' بہت فقیہہ۔ اب بھی روحانی طور پر جو کلام کرتا ہے کتاب اور سنت کے مطابق کرتا ہے لیکن گُم ہے۔ عام لوگوں کو پتہ نہیں' ریاست دیر کے غوثؒ نے ان کی طرف رہنمائی کی تھی۔''

ریاست دیر کے غوثؒ کا ذکر آ گیا تو حضرت جیؒ نے ان کے متعلق بات شروع کر دی' ان سے پوچھا تھا کہ آپؒ کے اور غوث (حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ) کے درمیان کیا فرق ہے تو انہوں نے فرمایا:

> ''بڑا فرق ہے' پیر صاحب نے ٹھیک فرمایا ''قدمی ھذہ علی رکبتھم (میرا قدم ان کی گردن پر)'' اس کا مطلب بھی وہ نہیں جو لوگوں نے سمجھا ہے' دوسرا یہ انہوں نے اپنے دور تک کہا ہے''

اس کے بعد حضرت جیؒ نے حضرت غوث سید نذیر علی شاہ صاحبؒ کے جو الفاظ بیان کئے' وہ انتہائی اہم ہیں:

''اب دور اور آ گیا ہے' یہ آپ کے دور تک ہے' اس کے پیچھے ایک دور اور آ رہا ہے' یہ الگ الگ دور ہیں۔ یہ دور ہی الگ الگ ہیں۔''

آپؒ نے غوث صاحبؒ کی شخصیت کے بارے میں بتایا:

پنجاب میں یہ ہستی کشمیر میں ہے۔ یہ پیر صاحب کے بعد آتے ہیں۔ وہ سلوک کے جس دائرے میں ہیں وہ غوث صاحب (سید عبدالقادر جیلانیؒ) کا دائرہ ہے لیکن یہ ابتداء میں ہیں اور پیر صاحب انتہاء میں ہیں۔ ہندوستان میں اس پائے کا کوئی آدمی نہیں' نذیر علی شاہؒ ان کا نام ہے۔ ان کے مزار شریف کا کوئی پتہ نہیں لگتا۔''

غوث سید نذیر علی شاہؒ کے تذکرے میں حضرت جیؒ نے بسا اوقات دیر کا بھی ذکر فرمایا جو ان علاقوں کی تاریخی حیثیت کے پیش نظر تھا۔ ماضی میں دیر اور کشمیر ایک ہی علاقہ شمار ہوتے جب کہ سکھوں کی عملداری میں یہ سب پنجاب کا حصہ تھے۔

کتنی ہی بلند مرتبہ ہستیاں ایسی ہیں جن کے مرقد دنیا کی نگاہ سے اوجھل ہیں۔ لاہور میں قلعہ والے غوث سید علی ہجویریؒ اور بھیرہ والے غوثؒ کا ذکر پہلے گزر چکا۔ اب عراق والے غوثؒ کا ذکر ہوا اور برصغیر کی مزید یہ خوش قسمتی کہ غوث سید نذیر علی شاہؒ جیسی ہستی بھی یہاں مدفون' لیکن ان کا مزار دنیا والوں سے پوشیدہ ہے۔ اس سے کچھ یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اہل اللہ کے

مزاروں کے ساتھ جو سلوک روا ہے' انہیں پسند نہیں اور وہ گم نامی ہی میں عافیت محسوس کرتے ہیں۔ حضرت جیؒ نے کئی بار احباب کو کشفاً حضرت غوث سید نذیر علی شاہؒ کی جائے تدفین دکھائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک پہاڑی کی ڈھلوان پر چند قبریں ہیں جن میں سے حضرت غوثؒ کی قبر سے ذرا نیچے ان کے شاگرد بھی مدفون ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مرقدوں کو اپنے انوارات سے بھر دے اور درجات عالی مزید بلند فرمائے۔ آمین!

حضرت سید نذیر علی شاہؒ کے اس تعارف کے بعد جنہیں حضرت جیؒ کشمیر والے غوث بھی کہا کرتے تھے' ان کے فرمان پر غور کریں تو حضرت پیران پیرؒ کے بعد حضرت جیؒ کے دور کا تذکرہ بطور ایک الگ دور اس وضاحت کے لئے تھا کہ غوث اعظمؒ کا یہ قول ''قدمی ھذہ علی رکبتھم'' صرف ان کے دور تک موقوف تھا کیونکہ دور بدلنے کے ساتھ احکام بھی تبدیل ہو گئے۔ حضرت غوث سید نذیر علی شاہؒ کا باقی کلام ادوار کے تعین اور تبدیلی سے متعلق ہے جو انتہائی مختصر ہونے کے باوجود اس قدر جامعیت رکھتا ہے کہ اس سے متعدد احکام مترتب ہوتے ہیں:

اولاً: حضرت غوث سید عبدالقادر جیلانیؒ کا مشہور فرمان ''قدمی ھذہ علی رکبتھم'' ان کے دور تک موقوف تھا۔ حضرت جیؒ کے روحانی مقام و منصب کے لحاظ سے' جس کا ذکر سوانح کے باب ''حیات طیبہ'' میں گزر چکا' یہ ممکن نہ تھا کہ وہ احکام آپؒ کے زمانہ پر بھی اسی طرح لاگو ہوتے۔ حضرت غوث سید نذیر علی شاہؒ نے ''اب دور اور آ گیا ہے'' کے الفاظ سے حضرت جیؒ کے دور کو بطور ایک

الگ دور بیان فرمایا۔

ثانیاً: حضرت سید نذیر علی شاہؒ کے الفاظ ''یہ آپ کے دور تک ہے'' سے حضرت جیؒ کے دور کا بھی تعین ہو رہا ہے یعنی' حضرت جیؒ کا دور آپؒ کے اپنے زمانہ تک رہے گا۔

ثالثاً: حضرت غوثؒ کے یہ الفاظ ''اس کے پیچھے ایک دور اور آ رہا ہے'' انتہائی اہم ہیں جو اگلے دور کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ اگلا دور حضرت جیؒ کے دور کے پیچھے آ رہا ہے یعنی یہ مستقبل بعید میں نہیں بلکہ حضرت جیؒ کے دور کے ساتھ متصل ہے کیونکہ ''پیچھے آنے'' سے مراد بہت توقف سے آمد نہیں۔ عام گفتگو میں جب یہ کہا جائے کہ ایک شخص کے پیچھے دوسرا آ رہا ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ دونوں کے مابین طویل وقفہ ہے نہ کوئی دوسرا حائل۔ ان الفاظ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت جیؒ کے دور سے متصل ایک اور دور ہو گا' حضرت جیؒ اور آپؒ کے بعد آنے والے شیخ سلسلہ متصل ادوار میں ہوں گے جیسا کہ حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ اور مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے ادوار متصل تھے۔

رابعاً: حضرت جیؒ اور حضرت امیر المکرّم مدظلہ العالی کے ادوار باہم متصل ہونے کے باوجود الگ الگ دور ہیں اور اب دور کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ احکامات بھی جدا

ہو سکتے ہیں' جیسا کہ ان الفاظ سے واضح ہے:

''یہ الگ الگ دور ہیں'

یہ دور ہی الگ الگ ہیں''

حضرت جیؒ کی اس ریکارڈ شدہ گفتگو میں آپؒ کے لہجہ سے واضح نظر آتا ہے کہ یہ عام کلام نہ تھا۔ حضرت جیؒ بہت دھیمی آواز میں' ٹھہر ٹھہر کر اور بڑی گہرائی کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے۔ یہ بات ہی تاریخ تصوف کے انتہائی اہم پہلو سے متعلق تھی جس کی اہمیت انداز گفتگو سے مترشح ہے۔ آخری جملے میں تکرار اور تاکید کے امتزاج سے بھی کلام کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

کلام حکیم میں یہ انداز اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ کسی ایک جملے کی اہمیت کے پیش نظر اسے دہرایا گیا جیسے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ ط

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

(سورۃ الرعد آیت 28)

وہ لوگ جو ایمان لائے' ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں اور یقیناً اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

یہی حال ادوار کی تبدیلی کے بارے میں حضرت سید نذیر علی شاہؒ کے ارشاد کا ہے۔ حضرت جیؒ کے زمانہ مبارک میں کبھی اس طرف غور ہی نہیں کیا تھا کہ اگلا دور بھی آ سکتا ہے۔ آپؒ کی شدید علالت کے آخری ایام میں جب حوصلے پست ہونے لگے تو حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں یہ صورت حال عرض کی۔ انھوں نے فرمایا:

''سات دن بعد نیا دور شروع ہو رہا ہے''

اس وقت احباب یہی سمجھے کہ سات دن بعد حضرت جیؒ صحت یاب ہو جائیں گے اور یہ ان کی زندگی کا نیا دور ہوگا۔ٹھیک سات دن بعد نیا دور شروع ہو گیا لیکن حضرت جیؒ کے سفرِ آخرت کے بعد۔

احباب کے لیئے ایک عرصہ تک یہ باور کرنا مشکل تھا کہ دور تبدیل ہو چکا ہے لیکن یہ ایک امرِ واقع ہے۔ایسے لوگ ہمیشہ موجود رہے ہیں جو اپنے دور سے قطع نظر برزخ سے احکام وصول کرنے پر اصرار کیا کرتے ہیں جبکہ اہلِ برزخ اس سے بے نیاز ہیں۔انسانی فطرت کی اسی کمزوری کو دیکھتے ہوئے اب اس فرمان میں تکرار اور تاکید کی حکمت سمجھ میں آتی ہے:

''یہ الگ الگ دور ہیں' یہ دور ہی الگ الگ ہیں''

الگ دور کے احکام بھی جدا ہوں گے اور حالات باطنی وظاہری کے مطابق وقت کے شیخ ان کا تعین فرمائیں گے۔اس دور کا ایک فرق تو واضح ہو چکا' راتوں کے مجاہدے اور مراقبات نیم شبی کے ساتھ ساتھ باطل کے دو بدو عملی جہاد آج کی صبح کا دستور ہے۔

دارالعرفان میں 1987ء کی ایک سہ پہر حضرت امیرالمکرّم کے چہرے پر گہری سوچ کے آثار نمایاں تھے۔طویل خاموشی کے بعد ارشاد فرمایا:

''مہر نبوت کی تصویر بیج کی صورت ایک کپڑے پر اس طرح کڑھائی کرائیں کہ مہر نبوت والا پرچم بن جائے۔''

پھر ایک خاکہ بنا کر سمجھانے لگے کہ مہر نبوت میں الفاظ اللہ' رسول اور محمد ﷺ کی ترتیب کیا ہوگی۔اگرچہ یہ نقشہ پہلے سے ذہن میں تھا لیکن حضرت امیرالمکرّم کے سمجھانے میں توجہ خاص کا بھی دخل تھا جو الگ ایک خوش نصیبی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مہر نبوت کی تصاویر بآسانی دستیاب نہ تھیں۔کسی کتاب یا تحریر میں کبھی کبھار دیکھنے کا موقع ملتا لیکن وہ بھی بلیک اینڈ وائٹ' جو کلر سکیم کے انتخاب میں سودمند نہ تھیں۔ایک مدت تلاش کے باوجود مہر نبوت کی ایسی تصویر نہ ملی جو کڑھائی کرنے والے کی رہنمائی کر سکے۔

اسلام آباد میں ایک روز فضل کریم بٹ صاحب کی فیکٹری میں جانا ہوا تو وہاں ایک پرانے کیلنڈر پر واضح رنگوں میں مہر نبوت کی تصویر نظر آئی۔ بٹ صاحب کی یہ وہی فیکٹری تھی جس کا افتتاح 1983ء میں حضرت جیؒ نے فرمایا تھا۔کیلنڈر اس قدر پھٹا ہوا تھا کہ تصویر کا کنارہ بھی کٹاؤ کی زد میں آچکا

تھا۔ اس تصویر کو فریم کرانے کے بعد کڑھائی کے لئے دیا اور اس طرح اس دور کا مہرِ نبوت والا پہلا پرچم تیار ہوا۔ اس وقت یہ وہم و گماں میں تھا نہ حضرت امیر المکرّم نے بتایا کہ اس پرچم کا پس منظر کیا ہے۔ یہ پرچم حضرت امیر المکرّم کے دفتر اور رہائشی کمرے کے مابین دروازے کے اوپر آویزاں کر دیا گیا' جس کے نیچے سے گزرنا ان کا مستقل معمول بن گیا۔ یہ مہرِ نبوت سے ان کی محبت کا ایک اسلوب تھا' لیکن منشائے الٰہی بھی تھا اور آنے والے دور کی ایک جھلک بھی۔

نومبر 1992ء میں حضرت امیر المکرّم عمرہ کے دوران مقام صفا سے بیت اللہ کی طرف دیکھ رہے تھے کہ اچانک نور کی ایک تجلّی میں گلوب کی صورت دنیا کا نقشہ ظاہر ہوا جس پر ثبت مہرِ نبوت کی ضیا پاشی سے پوری دنیا منور نظر آتی تھی۔ اس مشاہدہ کے مطابق اب یہ پرچم پورے عالم کا مقدر بنتا نظر آیا۔ حضرت امیر المکرّم کے پاس ایسے وسائل نہ تھے کہ یہ پرچم ہر گھر تک پہنچایا جا سکے' میڈیا میں اس کی تشہیر ہو اور وسیع پیمانے پر اس کی پرنٹنگ کی جائے لیکن اس کے باوجود ایسا ہو کر رہا۔ اس وقت ان گنت ایسے خوش نصیب گھرانے ہیں جہاں برکت کے لئے مہرِ نبوت آویزاں ہے۔ شاید ہر گھرانے تک امیر المکرّم کا یہ فرمان نہیں پہنچا کہ جس گھر میں مہرِ نبوت ہوگی وہاں اللہ کی برکت بھی ہوگی لیکن نہ جانتے ہوئے بھی عمل درآمد شروع ہو گیا۔ بکثرت دفاتر ایسے ہیں جہاں مہرِ نبوت نمایاں طور پر جلوہ گر نظر آتی ہے۔ خوبصورت قیمتی فریم اور خوب سے خوب تر عکس' جذباتی لگاؤ اور وارفتگی کے اظہار کا اپنا اپنا انداز ہے۔ اب تو روشنیاں بکھیرتی ہوئی مہرِ نبوت ٹیلیویژن کی سکرین پر بھی نظر آنے لگی ہے۔

ان سب لوگوں تک حضرت امیر المکرّم کا پیغام کس نے پہنچایا؟ آج سے ایک عشرہ پہلے تو یہ صورت نہ تھی جو اس وقت نظر آتی ہے لیکن مہر نبوت والا پرچم جس جذبے اور خلوص سے بلند کیا گیا' اس کے اثرات گھر گھر' قریہ قریہ اور پورے عالم اسلام میں محسوس کئے جانے لگے ہیں۔

یہاں حضرت جیؒ کی مثال سامنے آجاتی ہے کہ چکڑالہ جیسے دورافتادہ گاؤں میں' بغیر مادی وسائل کے' ایک ہستی یکہ وتنہا' پوری دنیا کو اللہ کے نام کی طرف بلاتی ہے اور آج دنیا کے کونے کونے میں اس صدا کی بازگشت اللہ کے ذکر کی صورت' سلسلہ اویسیہ اور الاخوان کے احباب کی صورت محسوس کی جاسکتی ہے۔ جس ذات نے حضرت جیؒ کے پیغام کو پوری دنیا میں عام کردیا' اسی ذات نے مہر نبوت کو بھی ہر گھر تک پہنچا دیا۔ یہی اصل نیو ورلڈ آرڈر ہے۔ کیا اب بھی کسی شک کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ مہر نبوت کا اس قدر کم مدت میں دنیا بھر میں چھا جانا نوشتۂ دیوار ہے کہ آنے والا ورلڈ آرڈر کیا ہوگا۔ یہ اس بات کی تصدیق بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مہر نبوت کا پرچم اس طرح بلند کرنا کس قدر محبوب ٹھہرا۔

عریش بدر والے جذبے ہوں گے تو اسی طرح سنتِ الٰہیہ کا اظہار بھی ہوگا۔ اُس روز آقائے نامدار ﷺ کے پاس جو کچھ بھی تھا' اللہ کے حضور پیش کردیا۔ سارے کا سارا اسلام میدان بدر میں لے آئے کہ اگر یہ نہ رہا تو قیامت تک روئے زمین پر کوئی بھی اللہ کا نام لینے والا نہ ہوگا۔ تعداد سے غرض نہ تھی' وسائل پر نظر نہ تھی' وہاں تو ایک ہی سرمایہ تھا جو پیش کردیا' جذبوں اور خلوص کا سرمایہ۔ اس اثاثے کے ساتھ ساتھ نذر گزارنے کا ایک اور انداز بھی تھا جسے دیکھتے ہوئے کون حیا نہ کرتا' اور پھر اللہ تعالیٰ کی غیور ذات!

آقائے نامدار ﷺ نے حبیبۂ حبیب کبریا ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دوپٹہ عریش بدر میں پرچم کی صورت بلند کر دیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے حرم کا دوپٹہ' ناموس کا نشان اور پھر اُس ہستی کی ناموس کا نشان جس کے دم قدم سے انسانیت کو شرف حاصل ہے ﷺ۔ گویا صرف جان ہی نہیں' آبرو بھی پیش کر دی۔

آج کفر ایک مرتبہ پھر اس بات پر اکٹھا ہو چکا ہے کہ اسلام کو دنیا کے کونے کونے سے کھرچ ڈالا جائے تا کہ اس کا نشان تک باقی نہ رہے۔ امت مرحومہ کا تشخص ختم کر دیا جائے اور انہیں بنی اسرائیل کی طرح ایسی غلامی میں جکڑ دیا جائے کہ ان کی تمام صلاحیتیں دنیائے کفر کے لئے استعمال ہوں۔ ان کے خون اور پسینے سے جس زمین کی آبیاری ہو' اس کے محاصل کو یہ استعمال نہ کر پائیں اور ان کی جھولی میں صرف اس قدر بھیک ڈالی جائے کہ یہ اپنا وجود قائم رکھ سکیں۔

آج کے اس عریش بدر میں پھر ایک پرچم بلند ہوا ہے' مہر نبوت کا پرچم۔ ہمارے پاس اپنا تو کچھ بھی نہ تھا جو پیش کیا جا سکتا۔ بدر کے سے جذبے اور خلوص کہاں سے لائیں۔ حمیت مٹ چکی جو پیش کریں' آج امت مرحومہ اس قدر حقیر قرار دی جا چکی کہ اب عزت و ناموس جیسی کوئی چیز پیش کرنے کے لئے پاس نہیں۔

> تیری کتاب ہمارے درمیان ہے لیکن کس منہ سے اسے پرچم بنا کر تجھ سے حیا کی بھیک مانگیں۔ تیرے قرآن کو باہم دھوکہ دہی اور جھوٹی قسموں کے لئے دن رات استعمال کرنا وطیرہ ٹھہرا۔ تیرے حبیب ﷺ کی مہر باقی رہ

گئی تھی جسے آج پرچم کی صورت بلند کیا ہے۔ تجھے آقائے نامدار ﷺ کے حرم کے دوپٹہ کی عزت بہت عزیز تھی' تو نے اسے زمین پر گرنے نہیں دیا اور سربلند رکھا۔ آج تیری اسی حیا کا واسطہ' تو مہر نبوت والے اس پرچم کو کفر کے مقابل ہر معرکے میں سربلند رکھ' آج بھی اور آنے والے ادوار میں بھی۔

آمین!